بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ھدایة السائل الی اختلاف المطالع

یعنی

# مسئلہ اختلاف رؤیت ھلال


مؤلف:

مولانا عطاءاللہ ڈیروی

مرتب:

ابوالوفاء محمد طارق عادل خان

معلومات ورابطہ:

http://www.ahya.org

mtak32@yahoo.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پیش لفظ

## الحمد للہ وکفی و سلام علی عبادہ الذی اصطفی امابعد

سلطنت عثمانیہ کے زوال کے نتیجہ میں جب خلافت کا خاتمہ ہوا اور امت مسلمہ کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی تو مسلمانوں کی مملکت ممالک میں تقسیم ہوگئی جہاں ہر مسلمان حکمران علیحدہ علیحدہ اور مطلق العنان حاکم تھا ہر ملک کے تمام معاملات خواہ ان کا تعلق دفاع سے ہو یا کرنسی سے اور وسائل ہوں یا مسائل تمام کے تمام امور داخلی اور نجی معاملات قرار پائے اسطرح غیروں کی سازش نے مسلمانوں کو آزادی اور خودمختاری کے جھوٹے خواب دکھا کر دفاع میں اپنا محتاج، مالی معاملات میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کا غلام اور بہترین معدنی وسائل کو چند ہاتھوں میں سونپ کر اور امت مسلمہ کو بحثیت مجموعی محروم کر کے خوب خوب بے وقوف بنایا حتی کہ اسلامی رسوم وعبادت میں بھی یکجہتی کی جگہ خود انحصاری کو دے دی گئی جس کے باعث امت مسلمہ کی وہ وحدت بھی ناپید ہوگئی جو قریب المرگ خلافت عثمانیہ میں بھی دیکھی جاسکتی تھی۔

اسلام میں عبادات اور عبادات سے تعلق رکھنے والے مسائل کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور ان مسائل میں ایک اہم ترین ایک مسئلہ عباداتی امور کے اوقات کار کا ہے مثلاً اسلام کے بنیادی ارکان میں سے چار یعنی نماز، روزہ، حج اور زکواۃ کی ادیئگی پابندی اوقات کی بغیر ناممکن اور لاحاصل ہے ان اوقات کا تعلق کبھی سورج سے ہوتا ہے اور کبھی چاند سے،، سورج مشرق سے روزانہ طلوع ہوتا ہے جبکہ چاند ہر ماہ مغرب سے طلوع ہوتا ہے اور جس طرح نماز کے اوقات اور روزہ کے سحر وافطار کا تعلق سورج کے طلوع و غروب سے اسی طرح رمضان کا آغاز واختتام، حج کے ایام، عیدین اور حرمت والے مہینوں کے تعین کا چاند کے طلوع سے تعلق ہے، ہر ماہ طلوع ہونے والے پہلی تاریخ کے چاند کو عرف عام میں ہلال کہا جاتا ہے لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ ہلال کے معنی چاند نہیں بلکہ ہلال کے معنی کسی چیز کا مشہور ومعروف ہوجانا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ:

﴿ انـمـا حـرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وماأهل به لغير الله فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه ان الله غفور رحيم ☆ البقرة ۱۷۳ ﴾

یعنی ’’بے شک تم پر حرام ہے مردار، خون، سؤر کا گوشت اور ہر وہ چیز جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر مشہور ہو، پس اگر کوئی (جان بچانے کے لئے) مجبور ہو ایسی کسی چیز کے کھانے پر تو کوئی گناہ نہیں لیکن وہ کسی بغاوت یا عادت کے طور پر ہرگز ایسا نہ کرے، بلا شبہ اللہ غفور الرحیم ہے‘‘ ہمارے عام مترجمین یہاں ’’اھل‘‘ کا مطلب اکثر ذبیحہ کر دیتے ہیں حالانکہ ذبیحہ خود عربی زبان کا لفظ ہے جو ’’اھل‘‘ کا نعم البدل نہیں ہوسکتا چونکہ مشرکین عرب عام طور پر غیر اللہ کے نام پر جانور ہی ذبح کرتے تھے اس لئے اکثر مفسرین نے لفظ ’’اھل‘‘ کا ترجمہ ذبیحہ کر دیا ہے لیکن صحیح تر بات یہ ہے کہ لفظ ’’اھل‘‘ میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جو خالص اللہ کے لئے نہ ہوں بلکہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی بھی جانب منسوب و مشہور ہوں، اس اعتبار سے ہمارے یہاں مروجہ رؤیت ہلال یا رؤیت ہلال کمیٹی کی اصطلاح بھی صحیح نہیں ہے لیکن چونکہ ایک اصطلاح رائج ہوگئی ہے لہذا ہم بھی مجبور ہیں کہ اسی اصطلاح کو استعمال کریں تا کہ عوام الناس کی سمجھ میں بات آجائے ، اس وقت تقریباً تمام اسلامی ممالک میں اپنی اپنی کمیٹی ہے جس کا اجلاس ہر ماہ کی آخری تاریخ کو منعقد ہوتا ہے جس میں شامل کمیٹی کے ارکان خود چاند دیکھ کر یا ملک کے اندر سے کسی چاند دیکھنے والے کی شہادت کے موصول ہونے کے بعد ماہ جدید کے آغاز کا اعلان کرتے ہیں لیکن رؤیت ہلال کمیٹی کے یہ ارکان کسی دوسرے ملک کی رؤیت کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی اپنے ملک میں اسے نافذ العمل مانتے ہیں حالانکہ ممالک کی یہ تقسیم و حد بندی قطعی طور پر غیر متوازن اور غیر منطقی ہے اس لئے اختلاف مطالع یعنی چاند کا روئے زمین کے مختلف علاقوں میں مختلف اوقات میں دکھائی دینے کی دہائی دیکر ہر ملک کا اپنا چاند خود دیکھنا قطعی طور پر مضحکہ خیز بات ہے، اختلاف مطالع کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ جغرافیائی اعتبار سے کرہ ارض کو دو طرح کے افقی اور عمودی خطوط پر تقسیم کیا گیا ہے ان میں اول الذکر کو عرض البلد یعنی مشرق اور مغرب کے مابین چلنے والے خطوط اور مؤخر الذکر کو طول البلد یعنی شمال اور جنوب کے درمیان چلنے والے خطوط کہا جاتا ہے، اب جو لوگ وحدت مطالع کے برخلاف اختلاف مطالع کے قائل ہیں انکے نظریہ کے مطابق روئے زمین کے وہ

علاقے جو ایک ہی طول البلد پر واقع ہیں وہاں ایک علاقہ دوسرے علاقہ کی رؤیت پر اعتماد کرتے ہوئے چاند کا اعلان کرے گا لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے مثلاً سعودی عرب، کویت، عراق، اردن اور ترکی وغیرہ تقریباً یکساں طول البلد پر واقع ہیں اسکے باوجود ایک دوسرے کی رویت پر اعتبار نہیں کرتے اور اپنا چاند خود دیکھتے ہیں جبکہ متحدہ عرب امارت جس کا طول البلد سعودیہ سے کسی قدر ہٹ کر ہے وہ سعودیہ کی رؤیت کا اعتبار کرتا ہے اسی لئے ماہر فلکیات اور شمالی امریکہ کی شوری کونسل کے ممبر سید خالد شوکت نے اپنی انٹرنیٹ ویب سائٹ www.moonsighting.com کے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ:

﴿اس وقت سعودی عرب سمیت تمام ممالک کا اختلاف مطالع یا وحدت مطالع میں سے کسی پر بھی عمل نہیں ہے، اگر وحدت مطالع پر عمل کیا جائے تو امریکہ، انڈیا، یمن، نائجیریا اور فجی وغیرہ میں ایک ہی اسلامی تاریخ ہونی چاہیے جو کہ نہیں ہے جبکہ اگر اختلاف مطالع پر عمل ہو تو یہ سیاسی حد بندیاں نہیں ہونی چاہئیں جو ایک ملک کو دوسرے ملک سے علیحدہ کرتی ہیں﴾

سید خالد شوکت نے وحدت مطالع یعنی پوری دنیا میں ایک اسلامی تاریخ نافذ کرنے کو ناقابل عمل قرار دیا ہے اور اسکی جگہ ملائشیا کے پروفیسر محمد الیاس کے حوالے سے ایک ٹرائی زونل ہجری کلینڈر یعنی سہ طبقاتی ہجری تقویم پیش کی ہے جس میں سائنسی اور فلکیاتی عوامل کو مدنظر رکھتے ہوئے پوری دنیا کو تین مختلف زون یا طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے جسمیں پہلا زون براعظم شمالی اور جنوبی امریکہ پر مشتمل ہے جہاں چاند سب سے پہلے نظر آتا ہے، دوسرا زون براعظم یورپ، براعظم افریقہ اور براعظم ایشیا کے مغربی علاقے جس میں ہندوستان کا بھی بیشتر حصہ شامل ہے یعنی تقریباً تمام اسلامی ممالک سوائے بنگلہ دیش اور انڈونیشا اور ملائشیا اس میں آجاتے ہیں جبکہ تیسرا زون براعظم ایشیا کے مشرق علاقے اور براعظم آسٹریلیا وغیرہ پر مشتمل ہے، یہ ٹرائی زونل ہجری کلینڈر اختلاف مطالع اور وحدت مطالع کے درمیان ایک تصور پیش کرتا ہے جس کے مطابق کسی زون میں ایک مسلمان کی شہادت پورے زون کے مسلمانوں پر لاگو ہوگی اس ٹرائی زونل ہجری کلینڈر کی بنیاد ان فلکیاتی حقائق پر ہے کہ جس طرح کرہ ارض سورج کے گرد ایک بیضوی مدار میں گھوم رہا ہے اسی طرح چاند

بھی کرہ ارض کے گرد ایک بیضوی مدار میں گھوم رہا ہے زمین اپنی یہ گردش سورج کے گرد ایک سال میں مکمل کرتی ہے جبکہ چاند زمین کے گرد اپنا ایک چکر ایک ماہ میں مکمل کرتا ہے جب چاند اپنا چکر زمین کے گرد مکمل کرتا ہے تو آخری مقام وہ آتا ہے جہاں سورج، چاند اور زمین ایک لائن میں آجاتے ہیں مگر ایک سطح پر نہیں ہوتے کیونکہ اگر ایک سطح پر ہوں تو چاند گرہن یا سورج گرہن واقع ہوتا ہے جبکہ صرف ایک لائن میں آگے پیچھے ہونے کی صورت میں چاند پر پڑنے والی سورج کی روشنی کا کوئی بھی حصہ زمین پر منعکس نہیں ہوتا جس کے نتیجہ میں ہم اس اماوس کی رات چاند کو نہیں دیکھ سکتے اسکے بعد جب چاند اپنی مقررہ رفتار سے آگے بڑھتا ہے تو وہ مقام آتا ہے جہاں چاند سورج کی روشنی کا ایک معمولی حصہ زمین کی طرف منعکس کرتا ہے اسی کو پہلی تاریخ کا چاند یا ہلال کہتے ہیں اس ہلال کو ننگی آنکھ سے اسی وقت دیکھا جاسکتا ہے جب اس چاند کی عمر کم از کم اٹھارہ سے بیس گھنٹے ہو کیونکہ چاند کی سطح پر پائے جانے والے پہاڑ اس سے قبل منعکس ہونے والی سورج کی روشنی کو زمین تک نہیں پہنچنے دیتے اسکے علاوہ چاند کا براہ راست افق پر ہونا بھی ایک اہم وجہ ہے کیونکہ چاند زمین کے گرد اپنے ہر چکر میں اپنی سطح بھی تبدیل کرتا ہے جس باعث کبھی کبھی چاند انتہائے مغرب مثلاً امریکہ میں پہلے نظر آنے کے بجائے وسطی علاقے مثلاً یورپ یا سعودی عرب میں پہلے یا ساتھ ساتھ نظر آتا ہے۔

اس ساری تفصیل سے نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت امت مسلمہ میں اختلاف مطالع کے بہانے جو انتشار اور افتراق ہے وہ نہ صرف غیر معقول ہے بلکہ علم فلکیات کے اعتبار سے بھی غلط ہے یعنی اختلاف مطالع کا مطلب ہر ملک کا اپنا اپنا چاند نہیں بلکہ اختلاف مطالع کے مطابق ایک مطلع رکھنے والے تمام ممالک کا ایک چاند ہے اور ماہرین علم فلکیات کے مطابق تقریباً تمام اسلامی ممالک کا مطلع ایک ہی ہے لہذا خواہ اختلاف مطالع پر عمل کیا جائے یا وحدت مطالع پر ہر صورت میں امت مسلمہ کا چاند ایک ہی ہونا چاہیے، بعض لوگ چاند کے مسئلہ میں امت مسلمہ میں پائے جانے والے اس انتشار کو معیوب نہیں گردانتے اور یہ دلیل دیتے ہیں کہ جس طرح پوری امت مسلمہ ایک وقت میں کوئی نماز ایک ساتھ ادا نہیں کرتی مثلاً ایک جگہ فجر کا وقت ہے تو دوسری جگہ ظہر کی نماز پڑھی جارہی ہوتی ہے جبکہ تیسری جگہ عصر کی نماز کا وقت ہوا ہوتا ہے اسی طرح مغرب اور

عشاء کا بھی معاملہ ہے لیکن یہ دلیل بہت سطحی اور بے وزن ہے کیونکہ نماز کے اوقات کا تعلق سورج سے ہے اور سورج ایک مخصوص رفتار سے مشرق سے مغرب کی طرف سفر کررہا ہوتا ہے اس حساب سے ہر علاقے اور ہر شہر کے لوگ اپنی نمازیں ادا کررہے ہوتے ہیں یعنی نمازوں کے اس فرق میں بھی ایک ہم آہنگی اور ترتیب ہے جبکہ چاند کے مسئلہ میں یہ فرق کسی ہم آہنگی یا ترتیب کو نہیں بلکہ ایک انتشار و نزع کی کیفیت کو نمایاں کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر اہم مواقعوں پر یہ چیز ایک جھگڑے کی صورت اختیار کر جاتی ہے جس سے غیر مسلموں کو ہم پر ہنسنے کا موقع ملتا ہے اسی چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے فاضل مؤلف جناب مولانا عطاء اللہ صاحب ڈیروی نے یہ رسالہ ترتیب دیا ہے تاکہ دور جدید میں احادیث نبوی اور اسلاف کی آرا کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ کا صحیح حل تلاش کیا جاسکے اور امت مسلمہ کو اس نہایت اہم مسئلہ میں انتشار وافتراق سے بچایا جاسکے، دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ دیگر اہل علم حضرات کو بھی اس اہم مسئلہ کی جانب از سرے نو غور فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆ وصلی اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ واصحابہ وسلم ☆

**والسلام**

**ابوالوفاء محمد طارق عادل خان**

یکم ذوالحج ۱۴۲۳ھ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ہدایۃ السائل الی اختلاف المطالع

سوال: ایک شہر یا ملک میں رمضان وعید کا چاند نظر آ گیا دوسرے میں نظر نہیں آیا جس جگہ چاند نظر نہیں آیا وہ کیا کریں؟ یعنی دوسری جگہ کے چاند کا اعتبار کریں یا نہ کریں۔

الجواب: رمضان کا روزہ یا عید کی نماز کے لئے چاند کا دیکھا جانا ضروری ہے لیکن کیا ہر مسلمان کو خود چاند دیکھنا ہے یا کسی مسلمان کا دیکھ لینا اسکے لئے کافی ہے اس میں شریعت مطہرہ کا یہ فیصلہ ہے کہ ہر مسلمان کو خود چاند دیکھنا ضروری نہیں ہے بلکہ دو ثقہ سچے مسلمانوں کی شہادت عید کی نماز کے لئے اور ایک مسلمان کی شہادت رمضان کے چاند کے لئے کافی ہے

## اختلاف المطالع اور فقہ مالکی:

اس سلسلہ میں امام ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ:

**﴿فکان مالک فیما رواه عنه ابن القاسم و المصریون اذا ثبت عند الناس ان اهل بلد رأوه فعلیهم القضاء لذالک الیوم الذی افطروه وصامه غیر هم برویة صحیحة وهوقول اللیث والشافعی والکوفیین و احمد ☆ الاستذکار ص ۲۹ ج ۱۰﴾**

یعنی ”امام مالکؒ نے کہا کہ مسلمانوں میں سے کسی شہر کے مسلمان نے چاند دیکھا ان مسلمانوں نے اس دن کا روزہ رکھا تو جس کسی دوسرے شہر کے مسلمانوں نے چاند نہ ہونے کی وجہ سے وہاں اس دن روزہ نہیں رکھا ان کو اس دن کی قضاء کرنی چاہیے اور دوسرے شہر کے مسلمانوں کی رویت پر عمل کرنا چاہیے اسکے بعد امام ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ امام لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے“ امام مالکؒ کا یہ قول عبد الرحمٰن بن قاسم نے نقل کیا ہے جبکہ اہل مدینہ نے امام مالکؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک شہر والوں کی رویت دوسرے شہر والوں کے لئے معتبر نہیں البتہ اگر مسلمانوں کا امام وخلیفہ دوسرے شہر کے

مسلمانوں کواس پر عمل کرنے کا حکم دے تو پھران مسلمانوں پر اس خلیفہ کا حکم ماننا واجب ہے،اورعلامہ باجیؒ مؤطاامام مالک کی شرح المنتقیٰ ص ۳۷ ج ۲ میں لکھتے ہیں کہ:

﴿ اذا رأى أهل البصرة هلال رمضان ثم بلغ ذالک أهل الكوفة والمدينة واليمن ،فالذى رواه ابن القاسم وابن وهب بن مالک فی المجموعة لزمهم الصيام أوالقضاء ان فات الاداء وروى القاضى ابواسحاق عن ابن الماجشون انه ان كان ثبت بالبصرة بامر شائع ذائع يستفنى عن الشهرة والتعديل فانه يلزم غيرهم من اهل البلاد القضاء ﴾

یعنی اگراہل بصرہ رمضان کا چاند دیکھ لیں اوران کی رؤیت کا حال اہل کوفہ اہل مدینہ اوراہل یمن کو مل جائے توان کوان کی رؤیت پر عمل کرنا ضروری ہوجائے گا،امام مالکؒ سے عبدالرحمٰن بن قاسم اورابن وہب نے نقل کیا ہے کہ اگر رمضان کا پہلا روزہ ان سے فوت جائے توانکواس کی قضاء ضروری ہے اورامام مالکؒ سے ابواسحاق نے بواسطہ ابن الماجشون یہ نقل کیا ہے کہ اگران ملکوں میں چاند ہونے کا ثبوت اس طرح ہوجائے کہ اسکوامر یقینی کہا جاسکے تو دوسرے ملک وشہر والوں پر ان کی رؤیت کا قبول کرنا واجب ہوجائے گا لیکن اگرایسا نہیں بلکہ اسکی رؤیت چندافراد تک محدود ہوتو اسکا حکم اس ملک وشہر تک محدود رہ جائے گا البتہ اگراس ملک کے خلیفہ وامیر المؤمنین کے ہاں ان کی رؤیت ثابت ہوجائے تواس ملک کے تمام مسلمانوں پر اس کا حکم لاگو ہوگا۔

## اختلاف المطالع اورفقہ شافعی وحنبلی:

اورحلیۃ العلماء فی مذاہب الفقہاء میں ہے کہ:

﴿ ان رأوا الهلال فى بلد ولم يروه فى بلد آخر فان كانا متقاربين وجب الصوم على أهل البلدين وان كانا متباعدين وجب على من رأى ولم يجب على من لم يرا والبتاعدان يختلف المطالع كاالعراق الشام

**والحجاز وهذا الذی ذکره الشیخ ابو حامد وذکر القاضی ابو الطیبؒ انه یحب الصوم علی أهل جمیع البلاد باالرؤیة فی بعضها وحکی ذالک من أحمد ☆ حلیة العلماء فی مذاهب الفقهاء ص ۱۸۰ ج۳ ﴾**

یعنی ”شافعی مذہب میں اگر کسی ایک ملک یا شہر میں چاند ہوجائے اور دوسرے ملک یا شہر میں نہ ہو تو اگر یہ ملک وشہر قریب قریب ہوں تو جہاں چاند نظر نہیں آیا ان لوگوں کو دوسرے ملک وشہر کی رؤیت کو تسلیم کرنا ضروری ہے لیکن اگر یہ شہر یا ملک دور دور ہوں جہاں چاند ایک دن نہیں ہوسکتا ہو جیسا کہ عراق ، شام اور حجاز وغیرہ تو جس ملک وشہر میں چاند ہوا ہو صرف وہاں کے لوگ اس چاند کے احکامات کے مکلّف ہوں گے اور دوسرے ملک والے نہیں ہوں گے لیکن قاضی اُبوالطیب طاہر بن عبداللہ بن عمر الطبر ی المتوفی ۴۵۰ ہجری نے فرمایا ایک ملک یا شہر والوں کی رؤیت تمام مما لک و بلاد اسلامیہ کے لئے ہے، امام اُحمدؒ سے بھی ایسا ہی منقول ہے“ اور اسی مسئلہ کے تحت امام خطابیؒ المتوفی ۳۸۸ ہجری فرماتے ہیں کہ:

**﴿ اختلف الناس فی الهلال یستهله أهل بلد فی لیلة ثم یستهله أهل بلد آخر فی لیلة قبلها أو بعد ها فذهب الی ظاهر حدیث ابن عباس القاسم بن محمد و سالم بن عبدالله بن عمر و عکرمة وهومذهب اسحق ،قالوا لکل قوم رؤیتهم وقال ابن المنذر قال أکثر الفقهاء اذاثبت بخبر الناس ان أهل بلد من البلدان قدرأوه قبلهم فعلیهم قضاء ماأفطروه وهوقول أصحاب الرأی ومالک والیه ذهب الشافعی وأحمد ☆ مختصر سنن أبی داؤد للمنذری ص ۲۲۰ ج ۳ ﴾**

یعنی ”چاند کے مسئلہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے مثلاً ایک ملک وشہر میں چاند دکھائی دیتا ہے اور دوسرے میں نہیں تو ابن عباس کی حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے قاسم بن محمد بن اُبی بکر، سالم بن عبداللہ بن عمر، عکرمۃ مولیٰ ابن عباس نے کہا کہ ہر ملک وشہر کی رؤیت اسکے اپنے لئے ہے دوسرے لئے نہیں ہے امام اسحاق بن راھو یہ کا بھی یہی قول ہے لیکن فقہاء امت کی اکثریت کا قول یہی ہے کہ ایک ملک وشہر کی

رؤیت دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے ہے اس لئے اگر کسی ایک ملک وشہر میں چاند ایک دن ہوا اور دوسرے میں دوسرے دن ہوا تو ان لوگوں کو ایک روزہ کی قضاء کرنی ہوگی اس مسئلہ میں اصحاب رائے یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی قول ہے''

## اختلاف المطالع اور فقہ حنفی:

اور فقہ حنفی کی مشہور اور مستند کتاب عین الھدایہ ص ۸۷۹ ج ا پر لکھا ہے کہ:

﴿ ظاہر مذہب یہی ہے کہ جب کسی شہر میں چاند دیکھا جانا ثابت ہو تو تمام لوگوں پر حکم لازم ہوگا حتی کہ اہل مغرب کی رؤیت سے اہل مشرق پر چاند ہو جانے کا حکم لازم ہوگا اس سے ثابت ہوا کہ ظاہر مذہب میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے ﴾

اور فقہ حنفی کی دوسری معروف کتاب فتاویٰ عالمگیری ص ۱۹۸، ۱۹۹ ج ا میں ہے کہ:

**﴿ ولاعبرة لاختلاف المطالع فی ظاهر الروایة ، کذا فی فتاویٰ قاضیخان وعلیه فتویٰ الفقیه أبی ا للیث وبه کان یفتی شمس الائمه الحلوانی قال لورأی مغرب هلال رمضان یحب الصوم علی أهل مشرق ﴾**

یعنی ''ہمارے ظاہر مذہب میں مطالع کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے، فتویٰ قاضی خان میں اسی طرح ہے اور فقیہ ابو اللیث کا فتویٰ بھی اسی پر ہے اور شمس الائمہ حلوانی بھی یہی فتویٰ دیا کرتے تھے، ان کا فتویٰ ہے کہ اہل مغرب رمضان کا چاند دیکھ لیں تو اہل مشرق کو ان کی رؤیت پر روزہ رکھنا ضروری ہوگا''

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور ائمہ مسلمین کا یہی مسلک ہے کہ ایک ملک یا شہر والوں کی رؤیت دوسرے ملک یا شہر کے مسلمانوں کے لئے بھی معتبر ہے جیسا کہ ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا قول نقل کیا جا چکا ہے اس میں ملکوں کے قرب وبعد یا اختلاف مطالع کی رعایت نہیں کی گئی۔

## رؤیت ہلال کے مسئلہ میں دوسرا مؤقف:

اختلاف المطالع کے ضمن میں قدیم فقہاء کے برعکس موجودہ دور کے اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ چاند کی

رؤیت میں اختلاف مطالع کا لحاظ رکھنا ضروری ہے لہذا ایک ملک وشہر کی رؤیت صرف اس ملک والوں کے لئے معتبر ہوگی جن کا مطلع ایک ہوگا چناچہ جن دوملکوں کے مطالع مختلف ہوں گے ان میں سے ایک ملک وشہر والوں کی رؤیت دوسرے ملک وشہر والوں کیلئے معتبر نہیں ہوگی، اس قول کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ:

**﴿عن كريب أن ام الفضل بنت الحارثؓ بعثته الى معاويةؓ بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وأنا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر فسألنى عبدالله بن عباسؓ ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت رأينا ليلة الجمعة فقال أنت رأيته فقلت نعم رأه الناس وصاموا و صام معاوية فقال لكنا رأيناه ليلة السبت فلانزال نصوم حتى نكمل ثلاثين أونراه فقلت أولا تكتفى برؤية معاويةؓ وصيامه فقال لاهكذا أمرنا رسول الله ﷺ ☆ رواه مسلم ص ٢١١ ج٤﴾**

یعنی ''کریب مولیٰ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ام فضل بنت حارثؓ نے شام میں معاویہؓ کے پاس بھیجا میں نے اسکا کام پورا کیا وہاں شام میں رمضان کا چاند نظر آ گیا میں نے یہ چاند جمعہ کی رات دیکھا پھر میں مہینہ کے آخر میں مدینہ آیا تو مجھ سے عبداللہ بن عباسؓ نے پوچھا تم نے کب چاند دیکھا؟ میں نے کہا جمعہ کی رات کو، انھوں نے کہا کیا تم نے بھی دیکھا، میں نے کہا ہاں لوگوں نے بھی دیکھا اور روزہ رکھا اور امیر المؤمنین معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا، عبداللہ بن عباسؓ نے کہا ہم نے ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا تھا اس لئے ہم تیس (٣٠) روزے پورے کریں گے یا اس سے قبل چاند دیکھ لیں گے، میں نے کہا کہ کیا آپ معاویہؓ کی رؤیت کا اعتبار نہیں کرتے، انھوں نے کہا نہیں ہم کو نبی کریم ﷺ کا یہی حکم ہے'' اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو کہتے ہیں کہ ہر شہر وملک کے لئے اپنی رؤیت ہی معتبر ہے دوسرے ملک وشہر والوں کی رؤیت ان کے لئے نہیں ہے۔

جولوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک ملک وشہر والوں ی رؤیت دوسرے ملک وشہر والوں کے لئے بھی ہے اس میں ملکوں اور شہروں کے قرب و بعد کا کوئی اعتبار نہیں وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ابن عباس کی یہ اپنی رائے ہے اور انھوں نے جو رسول اللہ ﷺ کا حوالہ دیا ہے تو اس سے مراد کئی ایسی حدیث نہیں جو عبداللہ کو معلوم ہو اور جس کا مطلب یہ ہو کہ دور والوں کی رؤیت کا کوئی اعتبار نہیں اور ہر ایک ملک وشہر کی رؤیت اسکے اپنے لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں ہے بلکہ قرین قیاس یہی بات ہے کہ انھوں نے اس مشہور ومعروف متفق علیہ حدیث کی طرف اشارہ کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

**﴿ صوموا لرؤيته و أفطروا لرؤيته☆مشكواة مع المرقاة ۴۶۳ ج ۴ ﴾**

یعنی ''روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور رمضان کا اختتام بھی چاند دیکھ کر کرو'' اس حدیث سے انھوں نے یہ استدلال کیا کہ ہر ملک وشہر کی اپنی رؤیت ہے حالانکہ اس حدیث میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے اور اگر اس حدیث کا یہی مطلب لیا جائے تو پھر ہر ملک وشہر کی رؤیت صرف اسکے شہریوں کے لئے ہی ہوگی خواہ ملک وشہر ایک دوسرے کے قریب تر بھی کیوں نہ ہوں اور ان کا مطلع ایک بھی کیوں نہ ہو کیونکہ اس حدیث میں ملکوں اور شہروں کے اتحاد کی بات نہیں کی گئی بلکہ یہاں رؤیت کو معتبر قرار دیا گیا ہے اس حدیث کے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے دوملکوں یا دوشہروں کے مابین مطلع کے اتحاد کے باوجود اگر ایک میں چاند نظر آگیا اور دوسرے میں مطلع ابر آلود ہونے کے باعث چاند نظر نہیں آیا تو ان کو جنھوں نے چاند نہیں دیکھا اگلے دن چاند کا انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ جب ہر ملک وشہر کی اپنی رؤیت ہے تو پھر ان کی رؤیت نہ ہونے کی وجہ سے ان پر رمضان یا شوال کے تیس دن پورے کرنے ہوں گے حالانکہ اسلاف میں سے کسی کا بھی یہ مسلک نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث ''صوموا لرؤیتہ و أفطروا لرؤیتہ'' کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر ملک وشہر کی اپنی رؤیت ہے خواہ وہ ایک دوسرے کے قریب ترین بھی کیوں نہ ہوں اور اس بات کا ثبوت کہ ہر شہر کی اپنی اپنی رؤیت نہیں ہے یہ حدیث ہے:

**﴿ عن ابن عباسؓ قال جاء الى النبى ﷺ أعرابى فقال أبصرت الهلال الليلة فقال تشهد أن لااله الاالله وأن محمد اعبده و رسوله قال نعم قال قم**

**یافلان فناد فی الناس فلیصوموا غداً ☆ رواہ ابن حبان ص ۱۸۷ ج۵﴾**

یعنی ’’ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا میں نے رات کو چاند دیکھا ہے آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں، اس نے کہا ہاں میں گواہی دیتا ہوں، آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا جاؤ لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ کل روزہ رکھیں‘‘ اس حدیث میں ہے کہ مدینہ والوں نے رمضان کا چاند نہیں دیکھا مدینہ سے باہر کسی اعرابی و دیہاتی نے دیکھا اس نے اگلے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر گواہی دی آپ ﷺ نے اسکی گواہی کو قبول فرماتے ہوئے اگلے دن مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم دے دیا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر شہر و ملک والوں کی اپنی اپنی رؤیت ضروری نہیں ہے بلکہ اگر کسی وجہ سے انھوں نے چاند نہیں بھی دیکھا لیکن اس شہر سے باہر والوں میں سے کسی نے دیکھ لیا تو ان شہر والوں کو اسکی گواہی قبول کرنی ہوگی اور کسی ملک و شہر کے باہر رہنے والوں کی قرآن وسنت میں کوئی تحدید وتعین نہیں کہ وہ اس شہر و ملک کے قریب رہتے ہوں یا بعید جنہوں نے چاند دیکھا ہے یعنی سنت رسول ﷺ سے صرف یہ ثابت ہے کہ چاند دیکھنے والا مسلمان ہونا چاہیے اور بس اس لئے آپ ﷺ نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو بلکہ اس سے صرف یہ پوچھا کہ تم مسلمان ہو یا نہیں، اگر کوئی کہے کہ اسکا قریب سے آنا واضح ہے کیونکہ اس نے رات کو چاند دیکھا اور صبح کے بعد کسی وقت نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گیا، اگر وہ رات کو بھی چلا ہو اور دن کا بھی کچھ حصہ تو زیادہ سے زیادہ بیس یا تیس میل کا سفر کیا ہوگا اس سے زیادہ نہیں لہذا ثابت ہوا کہ وہ قریب سے آیا تھا جہاں سے مدینہ والوں اور اسکی رہائش کے مابین مطلع کا ایک ہونا یقینی بات ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اسمیں شک نہیں کہ یہ شخص ایسی جگہ سے آیا ہوگا جس جگہ اور مدینہ کے مابین مطلع کا ایک ہونا واضح ہے لیکن اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ نے اسکی شہادت مطلع کے ایک ہونے کی وجہ سے قبول کی تھی اور اگر کوئی شخص ایسی جگہ سے آتا جس جگہ اور مدینہ کے مابین اختلاف مطلع ہوتا تو آپ ﷺ اسکی شہادت قبول نہ کرتے اس قسم کا مفہوم اس حدیث اور اس جیسی دوسری حدیث سے نکالنا بلا دلیل ہے، مطلع کے ایک ہونے یا مختلف ہونے کی بحث متاخرین کی ایجاد ہے سلف میں اس قسم کی بحث کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ صحابہ کرام روزہ یا قربانی تب کرتے

جب تمام مسلمان ایسا کرتے مثال کے طور پر یہ حدیث ملاحظہ ہو:

**﴿عن مسروق قال دخلت علی عائشة یوم عرفة فقالت اسقوا مسروقا سویقا وأکثروا حلواه قال فقلت انی لم یمنعنی أن أصوم الیوم انی خفت أن یکون یوم النحر فقالت عائشة النحر یوم ینحرالناس و الفطر یوم یفطر الناس ☆ رواه البیهقی ،السنن الکبریٰ ﷺ ۲۵۲ ج۴﴾**

یعنی ''مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں عرفہ کے دن بی بی عائشہؓ کے پاس گیا بی بی نے فرمایا مسروق کو ستو بنا کر کھلاؤ اور اسکو میٹھا زیادہ کرو، مسروق نے کہا میں نے آج روزہ اس لئے نہیں رکھا کہ کہیں یہ قربانی کا دن نہ ہو، بی بی عائشہؓ نے فرمایا قربانی کا دن وہ ہے جس دن سب لوگ قربانی کریں اور عیدالفطر کا دن وہ ہے جب سب لوگ عید منائیں، مصنف عبدالرزاق کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ بی بیؓ نے فرمایا کہ اگر میں روزے سے نہ ہوتی تو میں بھی اس ستو کو چکھ لیتی'' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی مسلمان ملک کے مسلمان اپنی یقینی رؤیت ہلال پر عمل کرتے ہوئے روزہ رکھیں یا عید کریں تو روئے زمین پر جس مسلمان کو بھی یہ خبر پہنچی ہو اس پر مسلمانوں کی اس جماعت کے ساتھ روزہ رکھنا یا عید کا موقعہ ہو تو عید منانا واجب ہے۔

## لفظ ''بلد'' کے مفہوم کا تعین:

کہا جاتا ہے کہ جن محدثین نے ابن عباس کی روایت کو اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے انھوں نے اس حدیث پر یہی باب منعقد کیا ہے کہ ہر بلد کی اپنی رؤیت ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں بھی اس حدیث پر یہی باب قائم کیا گیا ہے اس سے نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ محدثین نے اس حدیث کا یہی مفہوم سمجھا ہے، اسکا جواب یہ ہے کہ بلاشک ابن عباس کی حدیث پر محدثین نے جو باب قائم کیا ہے اس حدیث سے وہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں ابن عباسؓ کے مذکورہ الفاظ یہی بتاتے ہیں کہ وہ ہر بلد کی اپنی رؤیت کے قائل تھے اور انھوں نے حدیث ''صوموا لرؤیتہ و أفطروا لرؤیتہ'' سے یہی مفہوم اخذ کیا لیکن بحث اس بات پر ہے کہ ابن عباسؓ نے اس حدیث سے جو مفہوم سمجھا وہ صحیح بھی ہے یا نہیں اور محدثین کرام نے اس حدیث پر جو باب

قائم کیا ہے ''لکل بلد رؤیتھم'' یعنی ہر بلد کی اپنی رؤیت ہے اس میں بلد سے مراد کیا ہے عربی زبان میں بلد سے مراد کبھی ملک لیا جاتا ہے اور کبھی اسکا اطلاق شہر پر ہوتا ہے اگر اس بلد سے مراد مسلمانوں کا ایک ملک لیا جائے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ابن عباسؓ نے اس سے ایک ملک وسلطنت نہیں سمجھی کیونکہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پورے عالم اسلام پر معاویہ بن ابی سفیانؓ کی حکومت تھی اور اسوقت تمام امت مسلمہ کے وہی خلیفہ تھے اس کے باوجود ابن عباسؓ نے معاویہؓ اور مسلمانوں کے دارالخلافہ کی رؤیت کو قبول نہیں کیا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ابن عباس یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی سلطنت کے ایک ہونے کے باوجود اسلامی سلطنت کے ہر شہر کی اپنی رؤیت ہے اگر چہ انکا مطلع ایک ہی کیوں نہ ہو ویسے بھی اہل مدینہ اور اہل شام کے مطالع کے مختلف ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ شام کا شہر دمشق مدینہ سے شمال مغرب میں ہے، سیدھا مغرب میں نہیں ہے اس لئے اگر دمشق میں چاند تھا تو اسے مدینہ کے افق پر بھی ہونا چاہیے تھا یعنی اس موقع پر چاند کا دمشق میں دکھائی دینا اور مدینہ میں نظر نہ آنا مطالع کے اختلاف کے سبب نہیں بلکہ کسی اور سبب تھا یعنی اس وقت چاند مدینہ کے افق پر ضرور موجود تھا مگر غالباً مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے دکھائی نہیں دیا لہذا اس حدیث میں ابن عباسؓ کے قول کا صاف مطلب یہی ہے کہ ہر شہر والوں کی خواہ ان کا مطلع ایک ہو یا مختلف ہو ان کی اپنی اپنی رؤیت ہے یعنی ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر والوں کے لئے معتبر نہیں ہے یعنی اس حدیث سے مطالع کے متفق اور مختلف ہونے کی بحث نکالنا بلا دلیل ہے اور ابن عباسؓ کے قول کی غلط تاویل ہے۔

## ابن عباسؓ کے قول پر اہل علم شخصیات کی رائے:

امام شوکانیؒ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

**﴿ واذا راه أهل بلد لزم سائر البلاد الموافقة . أما كونه اذا راه أهل بلد لزم سائر البلاد الموافقة فوجهه الاحاديث المصرحة بالصيام لرؤيته والافطار لرؤيته وهى خطاب لجميع الامة فمن راه منهم فى أى مكان**

کان ذالک رؤیۃ لجمیعھم. وأما استدلال من استدل بحدیث کریب عند مسلم وغیرہ أنہ استھل علیہ رمضان وھو بالشام فرأی الھلال لیلۃ الجمعۃ وقدم المدینۃ فاخبر بذالک ابن عباسؓ فقال لکنا رأیناہ لیلۃ السبت فلا نزال نکمل الصوم حتی نکمل ثلاثین أو نراہ ثم قال ھکذا أمرنا رسول اللہ ﷺ . ولہ الفاظ ففیر صحیح لأنہ لم یصرح ابن عباسؓ بان النبی أمرھم بانھم لایعملوا برؤیۃ غیرھم من أھل الاقطار بل أراد ابن عباسؓ أنہ أمرھم باکمال الثلاثین أویروہ ظنامنہ ان المراد بالرؤیۃ رؤیۃ أھل المحل وھذا خطاء فی الاستدلال أوقع الناس فی الخبط والخلط حتی تفرقوا فی ذالک علی ثمانیۃ مذاھب وقد أوضحت المقام فی الرسالۃ التی سمیتھا : اطلاع أرباب الکمال علی مافی رسالۃ الجلال فی الاھلال من الاختلال ☆ الدراری المضیئۃ ص ۲۰، ۲۱ ج ۲ ﴾

یعنی ''جب کسی شہر و ملک والے چاند دیکھ لیں تو تمام ممالک اسلامیہ والے اور تمام شہروں والے اسکی موافقت پر مجبور ہونگے اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ''صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ'' تمام بلاد و تمام شہروں کیلئے عام ہیں ان الفاظ میں کسی شہر یا ملک کی تخصیص نہیں ہے اسلئے مسلمانوں کے کسی ملک و شہر کی رؤیت تمام مسلمانوں کیلئے ہے، اور اسکے برعکس نظریہ رکھنے والوں کا ابن عباسؓ کی حدیث سے استدلال جس میں انھوں نے مدینہ میں رہتے ہوئے اہل شام کی رؤیت کو قبول نہیں کیا تھا اور کہا تھا ''ہم کو رسول اللہ ﷺ کی یہی تعلیم ہے'' لیکن اس میں ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ کے کوئی ایسے الفاظ نقل نہیں کئے ہیں جن سے یہ ظاہر ہو کہ ہم اپنے علاوہ کسی دوسرے شہر و ملک کی رؤیت کو قبول نہ کریں یا ہمارے لئے صرف اپنی ہی رؤیت ہے اور کسی دوسرے کی رؤیت ہمارے لئے نہیں ہے پس ابن عباسؓ کا اس حدیث سے استدلال کہ ہر شہر کی اپنی رؤیت ہے مذکورہ استدلال صحیح نہیں ہے بلکہ انکو غلط فہمی ہوئی ہے، اسی غلط استدلال نے لوگوں کو آٹھ مذاہب میں منقسم ہونے پر مجبور کر دیا ہے ہم نے اپنی کتاب [اطلاع ارباب الکمال علی مافی رسالۃ الجلال فی

الاھلال من الاختلال] میں اس مسئلہ کو وضاحت سے لکھا ہے‘‘ علامہ نواب صدیق حسن خانؒ نے الروضۃ الندیہ ص ۳۳۱ ج ۱ میں امام شوکانیؒ کے مذکورہ قول کی تائید کی ہے اور موجودہ دور کے محدث علامہ ناصر الدین البانی نے بھی تمام المنۃ ص ۳۹۸ میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے مگر شیخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قول پر عمل کرنے کے لئے ایک خلیفہ اور یک سلطنت کا ہونا ضروری ہے اور جب تک یہ چیز میسر نہیں ہوجاتی ہر ملک کے مسلمانوں کو اپنی حکومت کی رؤیت کے قاعدے اور طریقہ پر کاربند رہنا چاہیے تاکہ مسلمانوں اور امت مسلمہ کے مابین کسی قسم کا خلفشار پیدا نہ ہو اور مسلمانوں کا امن وسکون برباد نہ ہو جیسا کہ بعض عرب ملکوں میں اسکا سلسلہ جاری ہے۔

## شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا مؤقف:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے مجموع الفتاویٰ ص ۱۰۳ ج ۲۵ میں لکھا ہے کہ:

**﴿ مسئلة رؤية بعض البلاد رؤية لجميعها فيها اضطراب فانه قد حكى ابن عبدالبر الاجماع على أن الا ختلاف فيما يمكن اتفاق المطالع فيه فاما ماكان مثل الاندلس و خراسان فلاخلاف أنه لا يعتبر. قلت أحمد اعمتد فى الباب على حديث الاعرابى الذى شهد أنه أهل الهلال البارحة فامر النبى ﷺ الناس على هذه الرؤية مع أنها كانت فى غير البلد وما يمكن أن تكون فوق مسافة القصر ولم يستفصله وهذا الاستدلال لاينافى ماذكره ابن عبدالبر لكن ماحد ذالک والذين قالوا لاتكون رؤية لجميعها كأكثر أصحاب الشافعى منهم من حد د ذالک بمسافة القصر ومنهم من حدد بما تختلف فيه المطالع كاالحجاز مع الشام والعراق مع خراسان وكلاهما ضعيف فان مسافة القصر لاتعلق لها باالهلال وأما لا قاليم فما حدد ذالک ثم هذا خطاء من وجهين . أحد هما أن الرؤية**

تـختلف باختلاف التشريق والتغريب فانه متى رؤى بالمشرق وجب أن يـرىٰ فـى الـمـغرب ولاينعكس لأنه يتأخر غروب الشمس بالمغرب عن وقت غروبها بالمشرق فاذا كان قد رؤى ازداد بالمغرب نو راو بعدا عن الشـمس وشعاعها وقت غروبها فيكون أحق بالرؤية وليس كذالک اذا رؤى بـالـمغرب لانه قد يكون سبب الرؤية تأخر غروب الشمس عندهم فـازداد بـعدا وضوأ لما غربت بالمشرق كان قريباًمنها . ثم انه لما رؤى بـالمغرب كان قد غرب عن اهل المشرق فهذا أمر محسوس فى غروب الشـمـس والهـلال وسـائـر الكواكب وكذالک اذا دخل وقت المغرب بـالـمـغـرب دخـل بـالـمشـرق ولاينعكس وكذالک الطلوع اذاطلعت بـالـمـغـرب طـلـعـت بـالـمشرق ولاينعكس فطلوع الكواكب وغروبها بالمشرق سابق وأما الهلال فطلوعه و رؤيته بالمغرب سابق لانه يطلع من الـمغرب وليس فى السماء مايطلع من المغرب غيره وسبب ظهوره بعده عـن الشـمـس فـكـلـمـا تـأخـر غـروبها ازداد بعده عنها فمن اعتبر بعد الـمسـاكن مطلقا فلم يتمسک باصل شرعى ولاحسى وأيضا فان هلال الـحج مازال المسلمون يتمسكون فيه برؤية الحجاج القادمين وان كان فـوق مسافة القصر الوجه الثانى أنه اذا اعتبرنا حداكمسافة القصر او الا قـاليـم فـكـان رجـل فـى آخـر المسافة والاقليم فعليه أن يصوم ويفطرو يـنسک وآخـر بيـنـه وبينه غلوة سهم لايفعل شيئا من ذالک وهذا ليس مـن دين المسلمين فالصواب فى هذا . والله أعلم . مادل عليه قوله ﷺ صـومـكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون وأضحاكم يوم تضحون . رواه التـرمـذى بـلـفـظ . الـصـوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون والا

ضحیٰ یوم تضحون . والبیھقی بلفظ : صومکم یوم تصومون وأضحاکم یوم تضحون ورواہ ابوداؤد بلفظ :من روایة أبی ھریرةؓ کذا فی الکنز حدیث ٢٣٧٥٩ ومابعدہ . فاذا شھد شاھد لیلة الثلاثین من شعبان أنہ رآہ بمکان من الامکنة قریب أوبعید وجب الصوم وکذالک اذا شھد بالرؤیة نھار تلک الیلة الی الغروب فعلیھم امساک مابقی سواء کان من اقلیم أو اقلیمین : والاعتبار ببلوغ العلم بالرؤیة فی وقت یفید فاما اذا بلغتھم الرؤیة بعد غروب الشمس فالمستقبل یجب صومہ بکل حال لکن الیوم الماضی ھل یجب قضاءہ فانہ قد یبلغھم فی أثناء الشھر أنہ رؤی باقلیم آخر ولم یروا قریبا منھم . الاشبہ أنہ ان رویٔ بمکان قریب وھومایمکن ان یبلغھم خبرہ فی الیوم الاول فھو کما لورویٔ فی بلدھم ولم یبلغھم . وأما اذا رؤی بمکان لایمکن وصول خبرہ الیھم الا بعد مضی الاول فلاقضاء علیھم لان صوم الناس ھوا الیوم الذی یصومونہ ولایمکن أن یصوموا الا الیوم الذی یمکن فیہ رؤیة الھلال وھذا لم یکن یمکنھم فیہ بلوغہ فلم یکن یوم صومھم . وکذالک فی الفطرو والنسک لکن ھولاء ھل یفطرون اذا ثبت عندھم فی أثنا الشھر أنہ رؤی بناء علی تلک الرؤیة . لکن ان بلغتھم بخبرواحد لم یفطروا لأنہ قدثبت عندھم فی أثناءہ مایفطرون بہ ولا یقضون الیوم الاول فیکون صومھم تسعة وعشرین کما یقولہ من یقول بالمطالع اذا صام برؤیة مکان ثم سافر الی مکان تقدمت رؤیتھم فانہ یفطر معھم ولا یقضی الیوم الاول﴾

یعنی ”یہ قول کہ مسلمانوں کے کسی ایک شہر میں چاند کا دیکھائی دینا باقی شہروں کے سب مسلمانوں کے لئے ہے، اضطراب واختلاف کا شکار ہے کیونکہ علامہ ابن عبدالبرؒ نے اس بات پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے

کہ علماء کا اختلاف اس بات میں ہے کہ جہاں مطلع ایک ہے وہاں ایک شہر و ملک کی رؤیت دوسرے شہر و ملک کیلئے ہے یا نہیں بعض کے نزدیک ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ہے اور جہاں اختلاف مطالع محقق ہے جیسے اسپین وخراسان اور افغانستان وایران اور ترکی وغیرہ وہاں ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے نہ ہونے پر ابن عبدالبرؒ نے اجماع نقل کیا ہے (امام ابن عبدالبرؒ کا یہاں اجماع نقل کرنا صحیح نہیں کیونکہ حنفیہ کے یہاں مطلقاً اختلاف مطالع معتبر نہیں اسمیں قرب وبعد کا کوئی فرق نہیں)، امام اُحمدؒ نے اس مسئلہ میں اُعرابی ودیہاتی کی اس حدیث پر اعتماد کیا ہے جس میں ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر چاند دیکھنے کی شہادت دی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اسکی شہادت قبول فرمائی تھی اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ سے باہر والے شخص کی شہادت قبول فرمائی تھی یہ بھی واضح ہے کہ یہ شخص جہاں سے نماز کی قصر کی مسافت شروع ہوتی ہے اسکے آگے سے نہیں آیا ہوگا کیونکہ یہ مغرب کے وقت کے بعد کا چلا ہوا تھا اور اگلے دن کے کسی حصہ میں مدینہ پہنچا تھا ایسا آدمی اتنا ہی سفر کرسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں کرسکتا اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھنے کی زحمت نہیں کی کہ وہ کہاں سے آیا ہے، پس یہ واقعہ علامہ ابن عبدالبرؒ کے نقل کردہ قول کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ اعرابی ایسی جگہ سے نہیں آیا تھا جہاں اسکے اور مدینہ کے مابین مطالع کا اختلاف ہو لیکن کسی شہر و ملک والوں کو باہر کے کس شہر و ملک کی رؤیت ماننی چاہیے اور کس کی نہیں؟ اور اسکی کیا حد ہے؟ اس بارے میں مذاہب کے مابین اختلاف ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے سب شہروں کے لئے نہیں ہے ان میں سے بعض اسکی حد مسافت قصر مقرر کرتے ہیں جیسا کہ اکثر شافعیہ کا قول ہے ان میں سے بعض کے ہاں جہاں اختلاف مطالع ہے وہاں ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے نہیں ہے اور جہاں اختلاف مطالع نہیں ہے وہاں ایک کی رؤیت دوسرے کیلئے معتبر ہے مگر یہ دونوں قول ضعیف ہیں کیونکہ مسافت قصر کا رؤیت ہلال کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ملکوں اور اقلیموں کا فرق بھی محدود نہیں ہے (ملک چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی) پھر یہ قول دو وجوہات کی بنا پر غلط ہے اولاً یہ کہ رؤیت ہلال مشرق ومغرب کی سمتوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ چاند مغربی ملکوں میں پہلے نظر آتا ہے اور مشرقی ملکوں میں بعد میں نظر آتا ہے اسلئے اگر مغربی ملکوں میں جس دن چاند نظر آیا ہو ضروری نہیں کہ مشرقی ملکوں میں بھی نظر آسکے لیکن اگر مشرقی

ملکوں میں نظر آجائے تو اسی وقت مغرب ملکوں میں بھی اسکا نظر آنا یقینی ہے اسکی مثال یہ ہے کہ مغرب کا وقت جب مغربی ملکوں اور شہروں میں داخل ہوتا ہے تو اس وقت مشرقی ملکوں اور شہروں میں اسکا داخل ہونا یقینی ہوتا ہے اسکے برخلاف مشرقی ملکوں اور شہروں میں مغرب کا وقت داخل ہونے سے یہ لازم نہیں کہ مغربی ملکوں اور شہروں میں یہ وقت داخل ہو چکا ہو اسکی وجہ یہ ہے کہ سورج کا مطلع مشرق ہے جبکہ چاند کا مطلع مغرب ہے اس لئے رؤیت ہلال کو مطلقاً ملکوں اور اقلیموں کے اعتبار سے تقسیم کرنا غلط ہے، اور اسکے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک ملک کی سرحد پر بسنے والے مسلمان اس ملک کی رؤیت پر اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھیں اور اس سرحد سے ملحق چند گز کے فاصلہ پر دوسرے ملک کے مسلمان اس لئے روزہ نہ رکھیں یا عید نہ کریں کہ ابھی اس ملک میں چاند نہیں ہوا ایک مضحکہ خیز بات ہے اس لئے اس مسئلہ میں صحیح قول وہ ہے جس پر نبی کریم ﷺ کے الفاظ (صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون واضحاکم یوم تضحون) کا عموم دلالت کرتا ہے یعنی تمہارے لئے روزہ کا دن وہ ہے جس میں تم سب روزہ رکھو اور تمہارے لئے افطار کا دن وہ ہے جس تم سب افطار کرو اور تمہاری قربانی کا دن وہ ہے جس دن تم سب قربانی کرو اس لئے کوئی مسلمان جب شعبان کی تیس کی رات کو گواہی دے کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو تمام مسلمانوں کو اس کی رؤیت پر اعتبار کرتے ہوئے اگلے دن رمضان کا روزہ رکھنا چاہیے اور جہاں تک اس مسلمان کی شہادت کی خبر پہنچ سکے وہاں تک رمضان کے ہو جانے کا حکم لاگو ہوگا یہاں ملکوں اور شہروں کے قرب وبعد کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اسی طرح اگر تیس کے دن کوئی گذشتہ رات میں چاند دیکھنے کی شہادت دے تو بھی مسلمانوں کو اس دن کے بقیہ حصہ میں کھانا پینا ترک کر دینا لازم ہوگا خواہ یہ شہادت اس ملک کی ہو یا کسی دوسرے ملک سے آئے لیکن خبر پر عمل کرنا اس وقت ضروری ہوگا جب رؤیت ہلال کی خبر کا ملنا مفید ہو یعنی اس پر عمل کرنا ممکن ہو جیسے تیس تاریخ کی رات کی شہادت یا رات گذرنے کے بعد دن کی شہادت اور اگر ایک دن مکمل گذر جانے کے بعد شہادت پہنچے تو اس روزہ کی قضاء ضروری ہوگی، اسکا حکم یہ ہے کہ جب خبر قریب سے آئے تو اس روزہ کی قضاء ہوگی جس طرح ایک شہر کے بعض لوگوں تک اپنے شہر کی رؤیت کی خبر پورے دن نہ پہنچ سکے تو ان لوگوں پر اس روزہ کی قضاء ضروری ہوتی ہے، لیکن اگر خبر دور سے پہنچے جہاں سے ایک دن میں اسکا پہنچنا ناممکن ہو تو اس دن کی قضاء

لوگوں پرنہیں ہے کیونکہ روزہ کی فرضیت کاحکم ان لوگوں پرلاگو ہوگا جن کواس دن کے روزہ کی خبر کا پہنچنا یقینی طور پر ممکن ہوپس جس جگہ سے ایک دن میں خبر کا پہنچنا ممکن نہ ہووہ دن ان کے لئے رمضان کا دن نہیں ہوسکتااور یہی حکم ان کی عیدالفطراورعیدالاضحیٰ کا ہے لیکن رمضان کے چاندکواس میں خصوصیت حاصل ہے یعنی اگرعید کے چاندکی رؤیت انتیس (۲۹) روزے پورے کرلینے کے بعدتیس(۳۰) کی رات میں ہوجائے تو کیا یہ لوگ جنہوں نے چاندکی اطلاع نہ ملنے کی بناپرایک دن تاخیر سے روزہ رکھنا شروع کیا تھاتیس(۳۰) کے چاندکی رؤیت پراپنے ملک سے باہرکی شہادت قبول کرکےان کے ساتھ عیدکریں یانہ کریں؟ اسکاحکم یہ ہے کہ اگر یہ شہادت خبر واحد پرمبنی ہوتو قبول نہ کریں کیونکہ وہ ان کی شہادت کے حساب سے ایک دن تاخیر سے روزہ شروع کرچکے ہیں اب اگران کی رؤیت کی شہادت قبول کریں توان کارمضان اٹھائیس(۲۸) دن کا ہوجائے گا جبکہ رمضان انتیس (۲۹) یاتیس(۳۰) سے کم نہیں ہوتا یعنی وہ انتیس (۲۹) روزے پورے کیے بغیرعیدنہیں کریں گے( یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اختلاف مطالع ماننے والے کہتے ہیں کہ اگرکوئی شخص ایک جگہ پر روزہ رکھ کرسفرکرتاہے اوروہاں جاتاہے جہاں چاندایک دن قبل ہوچکاہوتووہ گذشتہ روزے کی قضانہیں کرےگااورانتیس (۲۹) روزے پورے کئے بغیرعیدنہیں منائے گا) شیخ الاسلام کےقول کے مطابق باہرکے چاندکی خبرکے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے وقت پر پہنچے جب اس پرعمل کرناممکن ہومثلاً ایک دن گذر جانے کے بعد چاندہوجانے کی اطلاع موصول ہوئی تو یہ خبرمفید کہلائے گی کیونکہ اس پرعمل ممکن ہے وہ اس طرح کہ اس خبر پرانتیس (۲۹) دن پورے کرکےعیدکی جاسکتی ہے لیکن اسکے برخلاف اگر دودن گذرجانے کے بعداطلاع موصول ہوتی ہے تو یہ خبرمفیدنہیں ہوگی کیونکہ اس طرح رمضان کے روزےصرف (۲۸) ہوں گے اوررمضان کبھی اٹھائیس (۲۸) دن کانہیں ہوتا'' اسی طرح شیخ الاسلام مجموع الفتاویٰ ص ۱۰۷ ج ۲۵ پرلکھتے ہیں کہ:

**﴿فالضابط أن مدار هذا الامرعلى البلوغ لقوله (صوموالرؤيته وأفطروا لرؤيته )فمن بلغه انه رؤى ثبت فى حقه من غير تحديد بمسافة أصلا وهذا يطابق ماذكره ابن عبدالبر فى ان طرفى المعمورة لايبلغ الخبر**

**فيهما الا بعد شهر فلا فائدة فيه بخلاف الاماكن الذى يصل الخبر فيها قبل انسلاخ الشهر فانها محل الاعتبار . فتدبر هذه المسائل الاربعة . وجوب الصوم والامساک . ووجوب القضاء ووجوب بناء العيد على تلک الرؤية ورویة البعيد والبلاغ فى وقت بعد انقضاء العبادة ﴾**

یعنی ''اس مسئلہ میں قاعدہ کلیہ خبر کا پہنچنا ہے اس میں قریب و بعید کے شہروں وملکوں کا کوئی اعتبار نہیں یہی بات اس قول کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے جس کا ذکر علامہ ابن عبدالبرؒ نے کیا ہے وہ یہ کہ اس روئے زمین کے دونوں سروں کے بیچ طویل فاصلے کی وجہ سے ایک سرے کی خبر دوسرے سرے تک ایک ماہ کے ختم ہونے سے قبل نہیں مل سکتی لہذا ایسی خبر جو عبادت کے اصل وقت کے بعد پہنچے بے سود ہے، یہاں وہ خبر مفید ہے جو عبادت کے دوران میں ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچے اسی خبر کا اعتبار ہے اسی خبر سے رمضان شریف کے چار اہم مسائل متعلق ہیں: روزہ کا واجب ہونا، بقیہ دن کھانے پینے اور جماع کو ترک کرنا، گذرے ہوئے روزہ کی قضاء کرنا اور اس رؤیت پر عید کرنا'' پس معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے چاند کی رؤیت کے مسئلہ کو اختلاف مطالع اور ملکوں کے قرب و بعد یا ملکوں کے اتحاد وتعدد سے متعلق نہیں کیا بلکہ ان کے یہاں اہم چیز اطلاع ہے، یہ اطلاع خواہ قریب سے ہو یا بعید سے اپنے ملک سے ہو یا غیر ملک سے اگر وہ وقت مفید پر مل جائے تو اس پر عمل واجب ہے امام ابن عبدالبرؒ کا اس بات پر اجماع نقل کرنا کہ [ایک ملک کی رؤیت دوسرے ملک کے لئے ہے جو ایک دوسرے کے قریب ہوں اور جو دور دور ہوں جیسے اندلس و ایران وعراق تو ان میں سے کسی ملک کی رؤیت دوسرے ملک کے لئے نہیں ہے] علامہ ابن عبدالبرؒ کا یہ بیان شیخ الاسلام کے بیان کردہ قاعدہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جب آخری مغربی ملک کی خبر آخری مشرقی ملک میں ایک ماہ گذر جانے کے بعد پہنچے تو اس کا فائدہ کیا ہے چونکہ امام ابن عبدالبرؒ کے زمانے میں خبر کے پہنچنے کا یہ حال تھا اس لئے انھوں نے اس پر اجماع نقل کیا کہ ان ملکوں میں سے کسی کی خبر دوسرے کیلئے نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ہلال لغت عرب میں اس چاند کا نام ہے جس کو دیکھ کر اونچی اونچی آواز میں اسکی تشہیر کی جائے جبکہ چاند اگر آسمان میں موجود ہے مگر اسے دیکھا کسی نے نہیں تو اسے ہلال نہیں کہا

جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ ہلال چاند کا آسمان میں موجود ہونا نہیں بلکہ زمین والوں کا اسکو دیکھ کر تشہیر کرنا ہلال کہلاتا ہے، شیخ الاسلام مذید فرماتے ہیں کہ ہمارے ذکر کردہ قول کے علاوہ دوسرے اقوال پر اعتراضات و اشکالات بہت ہیں جو ان اقوال کے ضعیف و نا معقول ہونے پر دلالت کرتے ہیں خاصکر جو لوگ ہلال کے متعدد ہونے کے قائل ہیں یعنی اختلاف مطالع پر ایمان رکھتے ہیں ان کے قول پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مثلاً حجاج کا قافلہ اپنے سفر کے راستے میں ذوالحج کا چاند دیکھتا ہے پھر جب یہ قافلہ مکہ پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں چانداس رات نظر نہیں آیا تھا جس رات حجاج کے قافلے نے چاند دیکھا تھا اس صورت میں حج ان قافلہ والوں کی رؤیت پر ادا کیا جائے گا حالانکہ اس ذوالحج کا چاند مکہ میں نہیں بلکہ مکہ سے باہر دیکھا گیا تھا لیکن اسی قافلہ کی رؤیت کو معتبر سمجھ کر اس پر ارکان حج ادا کیے جائیں گے، زمانہ ماضی میں اس قسم کے واقعات کا ہونا ایک بدیہی امر ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ ایک مقام کی رؤیت دوسرے مقام کی رؤیت پر مقدم ہوگی جب وہ اس سے پہلے واقع ہو اور اسی کو معتبر مان کر ارکان وافعال حج ادا کیے جائیں گے۔

## دور جدید میں مسئلہ رؤیت ہلال:

آج کے دور میں ذرائع ابلاغ بہت ترقی کر گئے ہیں آج آخر مغرب کی خبر آخر مشرق میں آنا فاناً پہنچ جاتی ہے اسلئے کسی بھی مغربی ملک کی رؤیت مشرقی ملک کے لئے آج معتبر شمار ہوگی، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس قاعدے کی وجہ سے اگر تمام حجاج غلطی سے نو ذوالحج کے بجائے کسی دوسرے دن عرفات میں وقوف کریں تو ان کا حج صحیح ہوگا اسلئے کہ ان کو خبر غلط پہنچی اور وہ خبر کے ہی مکلّف تھے اگر خبر غلط ہوگئی ہے تو وہ بے قصور اور معذور ہیں لیکن حجاج میں سے اگر کچھ نے جان بوجھ کر یا لاپرواہی کی بنا پر غلط دن وقوف کیا تو ان کا حج نہیں ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ خبر کا پہنچنا ہی معتبر ہے خواہ یہ قریب سے آئے یا دور سے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اسکی دلیل یہ ہے کہ ہم سب جانتے ہیں کہ صحابہ کرام و تابعین کے زمانے میں جب اسلامی سلطنت وسیع ہوگئی تھی تو چاند مسلمانوں کے بعض علاقوں میں ایک دن دیکھائی دیتا تھا جبکہ بعض علاقوں میں دوسرے دن دیکھائی دیتا تھا اور وہ لوگ اپنی اپنی رؤیت پر عمل کرتے ہوئے روزہ رکھتے اور عید کرتے تھے،

صحابہ کرام اور تابعین کا یہ عمل بدیہی ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک علاقے کی رؤیت کی خبر مسلمانوں کے دوسرے علاقوں تک رمضان کے اندر بھی پہنچ جاتی ہوگی اور اگر بعد میں چاند دیکھنے والے مسلمانوں پر پہلے چاند دیکھنے والوں کی رؤیت کے بناپر گذرے روزے کی قضاء ضروری ہوتی تو اسکا تذکرہ احادیث میں صاف اور واضح طور پر ملتا نیز اگر یہ اصول ہوتا کہ ہر صورت میں صرف پہلی ہی رؤیت کا اعتبار کیا جائے گا تو صحابہ کرام اس بات کی جستجو ضرور کرتے کہ کس علاقے میں چاند پہلے ہوا ہے اور کس علاقے میں بعد میں دکھائی دیا ہے تاکہ اس کے مطابق وہ گذرے ہوئے روزے کی قضاء کر سکیں مگر صحابہ کرام سے اس قسم کی کوئی بات ثابت نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ اس قسم کے مسئلہ میں روزہ کی قضاء بے بنیاد ہے اور عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر شہر و ملک رؤیت کی خبر ملنے کا مکلّف ہے جب اسکو خبر مسلمانوں کے کسی بھی علاقے سے مل گئی تو وہ اسی کا مکلّف ہے اور وہ خبر اسکے لئے معتبر ہے اسی سے اسکا عید اور رمضان ہے، لیکن اگر اس خبر پر عمل ہوجانے کے بعد کسی جگہ سے یہ خبر ملے کہ وہاں چاند اس تاریخ کو نہیں بلکہ اس سے آگے یا پیچھے ہوا ہے تو وہ شہادت اب یہاں کے مسلمانوں کے لئے معتبر نہیں ہوگی جیسا کہ ابن عباسؓ نے اہل شام کی شہادت پر عمل نہیں کیا کیونکہ اس شہادت پر عمل کرنے کا وقت اب گذر چکا تھا یعنی اگر یہ شہادت بروقت ابن عباسؓ کو مل جاتی تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اسکو قبول کر کے اس پر عمل نہ کرتے اس سے معلوم ہوا کہ ابن عباس کے اہل شام کی رؤیت پر عمل نہ کرنے کی اصل وجہ اختلاف مطالع نہیں بلکہ اس خبر کا بروقت نہ ملنا ہی اس کا سبب تھا، سعودی عربیہ کے مشہور و معروف عالم علامہ محمد علی صابونی اپنے رسالے ''الصیام'' میں لکھتے ہیں کہ:

**﴿ وهنا مسئلة هامة وهى على جانب كبير من الاهمية لأن بها يتعلق حكم شرعى عظيم وهو وجوب الصوم أو وجوب الافطار وهذه المسألة هل يعتبر اختلاف المطالع بالنسبة لشهر رمضان نوجزها مايلى : مذهب الجمهور الفقهاء من المالكية والحنابلة والحنفية الى القول بانه لاعبرة باختلاف المطالع فاذا ثبت رؤية الهلال فى بلد اسلام الى القول**

**بانہ لاعبرۃ باختلاف المطالع فاذا ثبت رؤیۃ الھلال فی بلد اسلام وجب علی جمیع المسلمین الصیام تنفیذ القول الرسول ﷺ صوموا لرؤیتہ افطروا لرویتہ فالرسول ﷺ یخاطب جمیع المسلمین بھذا الحدیث الشریف ولیس الخطاب لاھل الشام أو لاھل المدینۃ او لاھل مصر فحسب وانما الخطاب لجمیع المسلمین فاذا رآہ أحدفی أی بلد اسلامی وجب علی جمیع المسلمین الصیام . فعلی جمیع المسلمین أن یکون عیدالاضحیٰ عندھم واحد أ کما أن الوقوف بعرفۃ یکون واحدأ لجمیع المسلمین ☆رسالۃ الصیام ص ۲۹ ﴾**

یعنی ”یہاں ایک بہت بڑا اہم مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں ہے کیونکہ اسی مسئلہ سے ہماری عبادات متعلق ہیں جیسا کہ رمضان اور حج وغیرہ کا رؤیت ہلال سے تعلق ہے، اس مسئلہ میں جمہور وفقہاء کا قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے جمہور مالکیہ جمہور حنابلہ جمہور حنفیہ فقہاء کا قول یہی ہے کہ کسی بھی اسلامی ملک وشہر میں چاند نظر آجائے تو وہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں فرمان ہے کہ ”صوموا الرؤیتہ وافطروا الرؤیتہ“ اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کیا ہے، یہ خطاب اہل شام، اہل مدینہ یا اہل مصر کے ساتھ خاص نہیں ہے جس طرح کہ تمام مسلمانوں کا عرفہ ایک ہوتا ہے اسی طرح ان کی قربانی والی عید بھی ایک ہی ہونی چاہیے“

اسکے بعد علامہ صابونی رسالہ الصیام ص ۳۲ میں فرماتے ہیں کہ:

**﴿ والی زمن قریب کان المسلمون یصومون ویفطرون فی یوم واحد فی أیام الدولۃ العثمانیۃ کانت أیام الصیام و أیام الاعیاد متفقۃ ومتحدۃ وھذا بلاشک مظھر رائع من مظاھر وحدۃ المسلمین فی أقطار العالم ینبغی أن یأخذبہ حکام المسلمین فی شتی الاقطار والدیار ﴾**

یعنی ”زمانہ ماضی قریب کی بات ہے کہ دولت عثمانیہ ترکیہ میں پورے ملک کے مسلمان ایک دن روزہ

شروع کرتے اور ایک دن عید کرتے تھے یہ آج کے مسلمانوں کے لئے زندہ مثال ہے مسلمان اگر دولت عثمانیہ میں ایسی وحدت و یگانگت کا عملی نمونہ پیش کر سکتے ہیں جب کہ اس وقت آج کی طرح ذرائع بھی نہیں تھے تو آج ممالک اسلامیہ اپنی اپنی انفرادی وقومی حکومتوں کو برقرار رکھتے ہوئے چاند کے مسئلہ میں ایسی وحدت و یگانگت کا عملی نمونہ کیوں نہیں پیش کر سکتے جب کہ آج ذرائع ابلاغ اس وقت کی نسبت بہت زیادہ ہیں'' یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ دولت عثمانیہ والے مذہب کے اعتبار سے حنفی تھے جب انھوں نے ایسا کیا تو آج حنفیہ جو ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں کی اکثریت ہیں اس پر عمل کیوں نہیں کرتے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حنفی مذہب میں اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے ہم یہ بات نقل کر چکے ہیں کہ حنفی مذہب کی ظاہر الروایۃ کے اعتبار سے اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس مذہب میں مشرق والوں کی خبر مغرب والوں کے لئے اور مغرب والوں کی خبر مشرق والوں کے لئے معتبر ہے۔

علامہ صابونی رسالہ الصیام ص ۳۴ پر فرماتے ہیں کہ ''مسلمانوں کے اس وقت دنیا میں جو بھی ممالک ہیں ان ملکوں کے ایک سمت کے آخری ملک اور دوسرے سمت کے آخری ملک کے چاند کے مطلع کے مابین صرف ۹ گھنٹے کا فرق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام بلاد اسلامیہ رمضان کی پہلی رات کے کسی نہ کسی حصہ میں ضرور شریک رہتے ہیں یعنی مسلمانوں کے کسی ایک ملک میں چاند ہو گیا تو دنیا کے تمام مسلمان ممالک کے مسلمان اسی رات کی صبح صادق سے قبل روزہ رکھ کر وحدت امت کا ثبوت دے سکتے ہیں'' لیکن بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ پاکستان اور امارات عربیہ کے مابین صرف ایک گھنٹہ کا فرق ہے مگر دونوں ملکوں کی عیدوں کے مابین چوبیس گھنٹہ اور کبھی کبھی اڑتالیس گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے۔

مشہور حنفی عالم مولانا یوسف لدھیانوی مرحوم آپ کے مسائل اور انکا حل ص ۲۶۰ ج ۳ پر لکھتے ہیں کہ ''اختلاف مطالع کا ظاہر مذہب میں کوئی اعتبار نہیں لیکن متاخرین نے اختلاف مطالع کو معتبر کہا ہے لیکن فتویٰ ظاہر مذہب پر ہے'' پس معلوم ہوا کہ راجح مذہب یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرتے ہوئے تمام امت مسلمہ ایک ہی دن روزہ رکھے اور ایک ہی دن عید منائے۔

## روزہ دار عید کی خبر مل جانے پر کیا کرے؟:

اگر ایک شہر یا ملک میں عید کا چاند ہو جائے جبکہ دوسرے شہر یا ملک میں چاند نظر نہ آنے کے باعث مسلمان رمضان کے روزہ سے ہوں پھر ان کو روزہ کی حالت میں ہی خبر مل جائے کہ عید کا چاند ہو چکا ہے اور آج عید کا دن ہے تو ان لوگوں کو روزہ توڑ دینا چاہیے اور اگر عید کی نماز کا وقت ابھی باقی ہے تو عید کی نماز ادا کرنی چاہیے لیکن اگر عید کی نماز کا وقت گذر چکا ہے تو دوسرے دن عید کی نماز پڑھنی چاہیے اسکی دلیل یہ حدیث ہے کہ:

**﴿عن ربعی بن حراش عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال اختلف الناس فی آخریوم من رمضان فقدم اعرابیان فشهد ا عند النبی ﷺ بالله لاهلا الهلال امس عشية فامررسول الله ﷺ الناس ان يفطروا وان يغدوا الى مصلاهم ☆ رواه ابوداؤد . زوائد السنن ص۷۸ ج۳﴾**

یعنی ”ربعی بن حراش کہتے ہیں انہیں ایک صحابی رسول ﷺ نے بتایا کہ ایک بار نبی کریم ﷺ کے زمانے میں رمضان کے آخری دن میں شک پڑ گیا کہ یہ رمضان کا دن ہے یا عید کا دن، لوگوں نے اس دن روزہ رکھ لیا، دن کے وقت دو اعرابی آئے اور انھوں نے گواہی دی کہ انھوں نے گذشتہ رات کو عید کا چاند دیکھ لیا تھا، نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ روزہ توڑ دیں اور کل صبح عید کی نماز پڑھنے آئیں“ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کی اطلاع پا جانے کے بعد کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ اس دن روزہ رکھے، اس سلسلہ میں معلوم ہوا کہ بعض علماء جو یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ لوگوں کو روزہ نہیں توڑنا چاہیے اور اس روزے کو نفلی شمار کر لینا چاہیے یہ فتویٰ صحیح نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور مذکورہ بالا حدیث میں بھی نبی کریم ﷺ نے اعرابیوں کی شہادت پر صحابہ کرام کو روزہ توڑنے کا حکم دیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عید کے دن نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

## رؤیت ہلال سے تعلق رکھنے والے اہم مسائل:

رؤیت ہلال کے تعلق سے تین اہم مسئلے اور بھی ہیں جن کا حل کرنا بہت ضروری ہے ایک یہ کہ مکہ سے باہر کے مسلمان عرفہ کے دن کا روزہ کس دن رکھیں؟ کیا اس دن رکھیں جس دن تمام مسلمان عرفات کے میدان میں جمع ہوں یا اپنی رؤیت کے اعتبار سے جس دن نو (۹) ذوالحج کی تاریخ ہو اس دن رکھیں؟ معلوم ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے اس دن کے روزہ کے ثواب کو عرفہ کے دن مشروط رکھا ہے اسکا مطلب یہ ہوا کہ جس دن مسلمان عرفہ میں ہوں اس دن تمام دنیا کے مسلمانوں کو سوائے حجاج کے روزہ رکھنا چاہیے اور جس وقت مسلمان عرفہ کے دن ہی روزہ رکھیں تو اسکے دوسرے دن عید ہونی چاہیے خواہ انکی رؤیت سے چاند کی تاریخ کچھ بھی ہو۔

اسی طرح دوسرا مسئلہ اسلامی تاریخ کے تعین کا ہے، ظاہر ہے کہ اسلامی تاریخ پوری دنیا کے مسلمانوں کی ایک ہوگی یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ دنیا کہ منقسم مسلم ممالک کی اسلامی تاریخ الگ الگ ہو اس طرح تاریخ کا مقصد فوت ہوجائے گا، اس وقت تمام دنیا کے اندر انگریزی تاریخ ایک ہوتی ہے، مشرق مغرب شمال اور جنوب میں ممالک کے واقع ہونے سے تاریخ پر کوئی اثر نہیں پڑتا حالانکہ تمام ممالک کے اوقات میں فرق ہوتا ہے، دوملکوں میں کبھی ایک گھنٹہ کبھی دو گھنٹے اور کبھی اس سے زیادہ بھی فرق ہوتا ہے حتی کہ بارہ گھنٹے کے فرق کے باوجود بھی دوملکوں میں تاریخ ایک ہی رہتی ہے۔

اسی سے متعلق ایک تیسرا مسئلہ لیلۃ القدر کی فضلیت کا بھی ہے، لیلۃ القدر میں عبادت کا ثواب ایک ہزار رات سے بھی زیادہ ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہر ملک اور ہر شہر کی لیلۃ القدر اپنی ہو اسطرح تو متعدد لیلۃ القدر ہوجائیں گی جبکہ قرآن نے اس رات کو ایک رات کہا ہے ایک سے زائد نہیں کہا اور لیلۃ القدر کا ایک ہونا اسی وقت ممکن ہے جب پوری دنیا میں اسلامی تاریخ ایک ہو۔

## خلاصہ کلام:

اس وقت عالم اسلام میں سے کسی بھی ملک کا ابن عباسؓ کی حدیث پر عمل نہیں کیونکہ صحیح مسلم میں ابن

عباسؓ کی حدیث پر قائم شدہ باب کہ ''ہر بلد کی اپنی رؤیت ہے'' سے موجودہ ممالک اور حکومتیں مراد نہیں ہوسکتیں کیونکہ جب ابن عباسؓ نے یہ بات کہی تھی اس وقت پورا عالم اسلام ایک ملک تھا اور جب امام مسلمؒ یا امام نوویؒ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا اس وقت بھی عالم اسلام ایک خلیفہ کے تابع تھا یعنی ایک ملک تھا اس سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے اس سے مراد شہر لئے تھے جب ایسا ہے تو کیا ہمارے اسلامی ممالک اپنے ہر چھوٹے بڑے شہر کی رؤیت کو علیحدہ علیحدہ ماننے کو تیار ہیں اور کیا کسی بھی عالم اور مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ کسی بھی اسلامی ملک کا ہر شہر اپنا اپنا چاند خود دیکھے؟ ظاہر ہے کہ نہیں! پس معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ کی روایت اگرچہ صحیح سند سے مروی ہے مگر ائمہ اسلام اور مذاہب اسلامیہ میں سے کسی کے نزدیک بھی قابل عمل نہیں ہے یعنی آج عالم اسلام میں سے کسی بھی فرقہ اور جماعت کا عمل اس حدیث پر نہیں ہے لہذا صحیح قول وہی ہے جو اس رسالے میں ائمہ مسلمین کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ کسی بھی ملک اور شہر کی رؤیت ان تمام ممالک اور شہروں کے لئے معتبر ہے جہاں تک یہ اطلاع بروقت پہنچ سکے۔

**فقط والسلام**

**عطاءاللہ ڈیروی**